

اصل تصنیف :
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
ترجمہ و امل : مولانا عبید اللہ سندھی

ترجمہ خیر کثیر

(بقیہ)

دسواں خزانہ

جس پر تنبیہ کرنا ضروری ہے۔ ان میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ صدر اول کی اصطلاح میں نسخ کا لفظ فقط ازالے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، عام ہے اس سے کہ وہ ازالہ علماء کے زوال کے سبب سے پیدا ہوا جیسے کہ نجوم اور رمل منسوخ ہو گئے۔ اس لیے کہ ان کے عالم نہیں رہے۔ یا قیاس باطل ہوا اٹھانے والا تھا جیسا کہ بجا ٹر اور سوائب ہو جاہلیت میں قربانی پر قیاس کرنے سے قانون بنے، ان کے اٹھانے کو بھی نسخ کہا جاتا ہے۔ یا مدت حکم کی انتہا بیان کرنا مطلوب ہے۔ اور ہم اس کی حقیقت پہلے بتا چکے ہیں۔ یا اس کا بیان ہے کہ مفہوم موافق یا مفہوم مخالف مراد نہیں۔ اور اسی طرح اور بھی معانی اس میں داخل ہیں۔ اکثر مفہومین جو حکم اس تحقیق کو نہیں پہنچ سکے، خطا میں پڑ گئے۔

یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ ارادہ اور مشیت کا لفظ جہاں کہیں قرآن میں آیا ہے اس سے مراد ہے رضائے الہی اور الہامی امر اور اذن کا لفظ بھی جہاں کہیں آیا ہے۔ قدرے جن کفار سے قرآن شریف میں مناظرہ کیا گیا ہے، دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم مشرکوں کی ہے، یہ اصنام کی عبادت میں، طالب حوائج میں، ذبح میں، دعا میں، ذکر میں، نذر میں

اور میں میں اللہ کا شریک بناتے تھے۔ اور ان کی گمراہی کی حقیقت یہ ہے کہ ان کے بزرگ بعض مقربین کو ملے۔ انسان اور فرشتے دونوں قسم کے مقربین سے انھیں اتصال پیدا ہوا۔ انھوں نے تاثیریں دیکھیں تو وہ سمجھے کہ وہ لوگ زندہ ہیں، ان کی تعظیم واجب ہے اور اللہ کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا مگر ان کے واسطے سے، اس لیے وہ ان کی تعظیم کرتے تھے اور ان سے حوائج مانگتے تھے، یہ ان میں مشہور ہو گئے یہاں تک یہ مشرکین کی جماعت پیدا ہو گئی۔ انھوں نے ہر طریقہ سے اللہ کے ساتھ شرک کرنا شروع کر دیا۔ ان کے دل میں یہ بات بھی آگئی کہ ان کو الوہیت اور خالقیت کا درجہ بھی دینے لگے۔ اور ان کو اس حسی امر نے زیادہ متحرک کر دیا کہ بڑے بڑے بادشاہ کا قرب نہیں ہوتا مگر کچھٹے بادشاہوں کے واسطے سے جو اس کے خلیفہ ہوتے ہیں اطرافِ عالم میں ان کو ملوک کہا جاتا ہے اور بڑا بادشاہ ملک الملوک ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا انکار کرتے تھے اور پہلے انبیاء کی بعثت کو مانتے تھے اور ان کا دعویٰ تھا ابراہیم علیہ السلام کے برابر ہے۔ اور اس بات کی اصل یہ تھی کہ وہ اسے بعید سمجھتے تھے کہ اللہ ایک ایسے آدمی سے بات کرے جو ہماری طرح کھاتا پیتا ہو اور ان کے خیال میں اس میں کوئی بڑی بزرگی نہیں ہے۔ جاہل طبقہ کی عام عادت ہے کہ جب وہ ایک آدمی کو نہیں دیکھتے تو وہ اس کو پاک ماننے لگ جاتے ہیں اور جب اس کو دیکھتے ہیں اور اس کی عادتوں کو سمجھتے ہیں تو اس کا انکار کر دیتے ہیں اسی سبب سے وہ پہلے انبیاء کو تو مانتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے تھے۔ اور بعثت اور جو اسے انکار کرتے تھے۔ اور اس کی اصل یہ ہے کہ ان کی افقت اسی زمانے سے قائم ہو چکی ہے جب سے وہ اس کو دیکھتے ہیں اس طریقہ سے زمانہ چلا جاتا ہے اور وجود کا جو راز ہے وہ ان پر مخفی رہا تو انھوں نے اسی انتظام کو ہمیشہ کے لیے مان لیا اور اس کو بھی بعید سمجھتے تھے کہ اجراء متفرقہ جب مٹی میں گئے تو ان سے پھر کیسے انسان بن سکتا ہے؟

انھوں نے بعض چیزوں کو حرام کر دیا تھا اور بعض کو حلال بنا دیا تھا جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا اور اس کی اصل ہے عمرو بن لُحی، اس نے ساٹھ چھوڑ دیے۔ اور جاہل لوگ

اپنے نفس پر بعض چیزیں واجب قرار دے لیتے ہیں بغیر کسی علم کے اور ان کے پیچھے لگ جاتے ہیں دوسرے لوگ جب دیکھتے ہیں کہ وہ دنیاوی زندگی میں کامیاب رہے۔ تو یہ پانچ مسئلے ہیں جن میں اللہ نے اپنی کتاب میں مشکین سے خاصہ کیا ہے۔

دوسری قسم ان کفار کی اہل کتاب ہیں اور یہ لوگ اللہ کیلئے بیٹا ثابت کرتے تھے اور اس کی اصل یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ایک ایسی خصوصیت ہے کہ دوسروں کے لیے نہیں۔ اس لیے کہ اللہ نے اسے بلا کسی ظاہری سبب کے پیدا کیا اس لیے کہ اس کو دوست رکھتا تھا۔ اور اسی طرح عذیر علیہ السلام کے لیے ایک خصوصیت ہے، اس خصوصیت کو بیٹا ہونے سے تعبیر کرنے لگے اور ان کے بعد جو لوگ آئے وہ انھیں حقیقی بیٹا بتانے لگے۔ پہلا (یعنی جازا بیٹا بنانا) جھوٹ ہے اس لیے کہ یا تو اسے مجاز کہیں گے یا نقل کہیں گے، اس میں تو کوئی جامعیت تو نہیں پائی جاتی، اور بے ادبی اور فسادِ مصلحت موجود ہے، تو دوسرا کیسے مانا جاسکتا ہے یعنی حقیقی بیٹا کہنا۔

اور وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور اس پر چند چیزیں باعثِ نہیں۔ ایک یہ کہ وہ سمجھتے تھے کہ نبوت ہمیشہ انھیں میں رہے گی۔ اور ان میں سے ایک سبب بغاوت اور حسد بھی تھا۔ اور ایک سبب یہ تھا کہ تورات اور انجیل میں دو علامتیں مذکور ہیں وہ عام الفاظ ہیں ان کو جزئیات سے منطبق بنانا ان کے نہیں ہے خصوصاً جب کہ ان کے مقدم عالم ان کی تاویل میں غلط کر چکے ہیں۔ اور وہ کتاب میں بھی تحریف کرتے تھے۔ اور یہ دو طریقوں پر بھتی۔ یا تو وہ کتاب کی تاویل اس کے مخالف کر لیتے یا اس کی اصلاح دیتی اور پھر تاویل فاسد کو کچھ لیتے اور ترجمہ کو ہی تورات اور انجیل کہنے لگتے۔ اور یا ایک قیاس فاسد پیدا کرتے یا ایک غلط بات استنباط کرتے تو ان کو تورات میں حکم اللہ کہتے۔ یہ تین مسئلے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے ساتھ خاصہ ذکر فرمایا ہے۔ یہ ان کی اصل رائے ہے اور یہی نقل فرمایا ہے۔

تفسیر کے احکام

یہ جان لو کہ تفسیر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تفسیر تو اہل ظاہر کے حصے میں آتی، اور

ایک تفسیر حکماء ربانی کے حصے میں آئی۔ تو پہلی قسم یہ ہے کہ ایک انسان عربی علوم جمع کرچکا ہو اور حدیث پر ضعی ہو اس کے لیے انتظام کا مکہ حاصل ہو گیا تو وہ اس کے زور سے کلام کے موارد میں تصرف کرتا ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ انسان کے لیے عصمت اور حکمت اور وجاہت اس لیے حاصل ہو جائے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پورا بجالاتا ہے تو وہ حقائق البیات اور معانی وغیرہ کو محیط ہو، آیات کریمہ کے منشا کو بھانپنے والا ہو تو اپنی بصیرت کی روشنی سے یہ بات سمجھ جائے کہ کوہ کون آیات کس موقع سے صادر ہوئی ہیں۔ یہ ہے قرآن کے ساتھ ایمان کامل اور پہلیں تک تصدیق ختم ہو جاتی ہے۔

حدیث کے اقسام

حدیث کا جاننا بھی دو قسم پر ہے۔ ایک ہے اہل ظاہر کا جاننا یہ تو عظیم رواد اور اُنت پر موقوف ہے اور دوسرا ہے علماء کا جاننا یہ ہے حقیقت تشریع اور علم کو سمجھنے سے۔ علم ایک ایسی چیز نہیں ہے جو گزر گیا اور ختم ہو گیا بلکہ اللہ کے نزدیک ازلی وابدی ہے۔ جو وہاں تک پہنچا اس کے لیے فوز کبیر ہے۔

قیاس کے اقسام

قیاس بھی دو قسم ہے۔ ایک ہے قیاس اہل نظر کا وہ تو ہے ملت شناسی اور مقیس کو مقیس علیہ کے ساتھ تجمیع دینا۔ دوسرا ہے قیاس اہل الحکمہ کا، تو وہ اس سے بلند ہے کہ اذہان مشہورہ اس کا تصور کر سکیں۔

مکلف کسی وقت ہم ان علوم کو ایک ملحدہ رسالہ کی شکل میں ذکر کر دیں۔
انشاء اللہ تعالیٰ، بیدہ الخیر۔

حَتَائِقُ حُرُوفٌ فَنُونٌ حَلَّتْ مِنْهُ اِيكٌ فَنِ، فَنِ حُرُوفٌ هـ۔

الف: خاص غیب ہے لا بشرط شی کے درجہ پر۔

ب: لزوم ہے جسمانیت والا۔

ت : اس کی تسمیہ ہونی سے غالباً اور اس کا معنی تمشل ہے جسمانی غیر متعین الحقیقہ ۔
ث : یہ تانہ کا ایک بدل ہے غالباً اور اس کا معنی بھی تان کی طرح ہے مگر یہ اس سے لطیف ہے ۔

ج : اس کا معنی ہے وہ ملاحظہ خلط جس کی ماحیتیں چکدار نہ ہوں ۔
ح : غیب سے بشرط الشیء ۔

خ : وہ حاکم کی طرح ہے ۔ اس میں لزوم اور تخلیط کے معنی بڑھ جاتے ہیں ۔

د : ایسا لزوم ہے جس میں انفکاک نہ ہو ۔

ذ : دال کی مثل ہے مگر اس سے ذرا لطیف تر ہوئی ۔

ر : ظہور ہے متردد یعنی ایک دفعہ ظاہر ہوتا ہے ، دوسری دفعہ باطن (ہوتا ہے) ۔ یا اس سے صادر ہوتے ہیں دو اثر ظاہر اور باطن ۔

ز : دہی جیم ہے مگر اس میں لطافت ہے اور لزوم کے معنی کی طرف اشارہ ہے ۔

س : ایک موہوم یا موجود چیز کا سر بیان کرنا ۔

ش : الفطابق اور شمول ہے ۔

ص : بلندی ہے واپس آنے والی ۔

ض : ایک صورت کا اپنے سے ناقص درجہ پر فاسد ہونا ۔

ط : غیب سے بشرط لا ۔

ظ : یہ ظہور ہے نہ چمکنے والا اور اس میں لطافت ہے ۔

ع : یہ وہی حالت مگر اس میں روشنی اور شاعیت ہے ۔

غ : یہ مکدر چیز ہے ۔

ف : اس کے معنی تان کی طرح ہیں ۔

ق : سخت پتھر بننا اور قوت کے لیے استعارہ آتا ہے ۔

ک : یہ قاف سے اخف ہے اور ضعیف ہے ۔

ل : یہ ابہام کے بعد تعین کا نام ہے ۔

لے لیا جاتا ہے کیفیت صوریہ کے بیان میں۔ پس کہا جائے گا "انہیں" ایسی چیز کے لیے کہ لازم ہو، اس کے انفکاک میں تردد ہو اور وہ کینیات صورت میں سے ہے اور "انہیں" کہا جائے گا اس تخلیق کو جو کیفیات صورت میں سے ہو۔ طور۔ طغی۔ طاف۔ طار۔ ان سب میں بُد ہے، تقدس ہے، اس غیبی ہے کہ تعمق اور ادراک کے ساتھ سر بیان کر چکی ہے۔ وحی غیبی ہے، ستری ہے اس کا اثر غامض ہو چکا ہے اور اس کا ایک اثر باطن میں بھی ہے۔

العبد۔ الود۔ الرد۔ والہد۔ سب لزوم کے لیے ہیں۔ صدف۔ صلح۔ صبار۔ صبر۔ سب عود کے لیے ہیں یا اکیلا یا رفیقوں کے ساتھ اور علم ہے روشنی کا جو متعین ہو گیا ہے جسمیت کے ساتھ لزوم کی وجہ سے۔ محض۔ محض۔ سب اس جسمانی چیز کے لیے ہیں جو غیب کی طرف منتقل ہو۔ نور۔ نار۔ نہار۔ نہر۔ سب روشنی کے لیے ہیں یا روشن چیز کے لیے ہیں۔ طبع۔ لمع۔ عین۔ عنا۔ یہ سب چکنے کے لیے ہیں۔ قر۔ وحق۔ یہ سب ثبوت کے لیے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حروف کا علم ایسا نہیں ہے جو ضمن کلام استطاردی میں اس کا احاطہ ممکن ہو۔ اللہ توفیق دینے والا ہے اور میں اسے واضح کرتا ہوں اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔

وَمِنْ إِحْسَانٍ رَّبِّي صُرْتُ بَحْرًا وَكَانَ الْحَقُّ وَانْكَشَفَ الْغُطَاءُ
اور میں اپنے پروردگار کے احسان سے بحر ہو گیا۔ اور حق عیاں ہوا اور پردہ اٹھ گیا
لِسَانِي صَارَ لِي غَيْبٌ رَفِيْعٌ وَبَحْرِي لَا تَكْدِرُهُ السَّيْلُ
میرے زبان سیف صادم ہے کہ جس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ اور میرے علم کا دریا صاف
کہ ڈول ڈالنا اس کو مکدر نہیں کرتا۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الَّذِيْ اَنْعَمْتَ عَلٰى بِلَا اسْتِحْقَاقٍ مِّنِّيْ . ذَلِكَ الْحَمْدُ .

وصیت۔ میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کے قرب حاصل کرنے میں بہت

لے لیا جاتا ہے کیفیت صوریہ کے بیان میں۔ پس کہا جائے گا "افین" ایسی چیز کے لیے کہ لازم ہو، اس کے انفکاک میں تردد ہو اور وہ کیفیات صورت میں سے ہے۔ اور "خضر" کہا جائے گا اس تخلیط کو جو کیفیات صورت میں سے ہو۔ طور۔ طور۔ طنی۔ طاف۔ طار۔ ان سب میں بُند ہے، تقدس ہے، اس غیبی ہے کہ تمتع اور ادراک کے ساتھ سر بیان کر چکی ہے۔ وحی غیبی ہے، ستری ہے اس کا اثر ظاہر ہو چکا ہے اور اس کا ایک اثر باطن میں بھی ہے۔

الجدّ۔ الودّ۔ الرودّ۔ والہدّ: سب لزوم کے لیے ہیں۔ صدف۔ صلح۔ صبار۔ صبر: سب عود کے لیے ہیں یا اکیلا یا رفیقوں کے ساتھ اور علم ہے روشنی کا جو متعین ہو گیا ہے جسمیت کے ساتھ لزوم کی وجہ سے۔ محض۔ محص: سب اس جسمانی چیز کے لیے ہیں جو غیب کی طرف منتقل ہو۔ نور۔ نار۔ نہار۔ نہر: سب روشنی کے لیے ہیں یا روشن چیز کے لیے ہیں۔ طمع۔ لمع۔ عین۔ عنا: یہ سب چمکنے کے لیے ہیں۔ قر۔ وحق: یہ سب ثبوت کے لیے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حروف کا علم ایسا نہیں ہے جو ضمن کلام استطرادی میں اس کا احاطہ ممکن ہو۔ اللہ توفیق دینے والا ہے اور میں اسے واضح کرتا ہوں اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔

وَمِنْ إِحْسَانٍ سَرَفِي صَرَفْتُ بَحْرًا وَكَانَ الْحَقُّ وَانْكَشَفَ الْغَطَاءُ
اور میں اپنے پروردگار کے احسان سے بحر ہو گیا۔ اور حق عیاں ہوا اور پردہ اٹھ گیا۔
لِسَافِي صَارِمٍ لَا عَيْبَ رَفِيْدٍ وَبَحْرِي لَا تَكْدِرُهُ السِّدَا
میری زبان سیف صام ہے کہ جس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ اور میرے علم کا دریا صاف ہے کہ ڈول ڈالنا اس کو مکدر نہیں کرتا۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ الَّذِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ لَا اسْتِحْقَاقِي مِنْهُ . ذَلِكَ الْحَمْدُ .
وصیت :- میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کے قرب حاصل کرنے میں ہمت